Fikr-o-Nasar (Islamabad) 9:8 (1972)

قربانی

شرف الدین اصلاحی

لغوی تشریح

یہ لفظ اپنی موجودہ ہیئت میں فارسی اور اردو ہے۔ اور عربی لفظ قربان سے بنا ہے۔ فارسی والوں نے یاے زائدہ کا اضافہ کر کے قربان سے قربانی بنا لیا اور روزہ نماز کی طرح اس لفظ کی بھی فارسی صورت ھی اردو میں رائج ہے۔ عربی میں الفاظ کی تشکیل بذریعہ اشتقاق ھوتی ہے، یعنی ایک ھی مادے سے بہت سے الفاظ بن لیے جاتے ھیں، اس طرح کہ لفظ کے ڈھانچے میں مادے کے حروف بعینہ یا بادنی تغیر باقی رھتے ھیں، بلکہ بسا اوقات مادے کے ساتھ معنی کا اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔ یہ بحث اردو خواں طبقے کے لیے دلچسپی کا باعث نہیں ھو سکتی اور نہ ھی اس کی ضرورت ہے۔ البتہ اس مادے سے بنے ھوئے ان الفاظ کا ذکر بے محل نہ ھوگا جو اردو میں عام طور سے استعمال کیے جاتے ھیں۔ اس قبیل کے چند الفاظ یہ ھیں:۔

قرب، قربت، قرابت، قربان، قریب، اقربا، اقارب، اقرب،
تقریب، مقرب، تقرب وغیرہ۔

قربان قرب سے مشتق ہے۔ قربانی کو قربان اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ لغت میں قربان کے یہ معنی آتے ھیں۔ ”کل ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من ذبیحۃ و غیرھا“ (ھر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالی کا قرب حاصل کیا جائے، ذبیحہ ھو یا اس کے علاوہ)۔ اسی قرب سے تقریب بنا ہے جو قربان کے ساتھ قربانی پیش کرنے کے لیے استعمال ھوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ دونوں ھی الفاظ متعدد مقامات پر اپنے ان ھی معانی میں مستعمل ھوئے ھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" الذین قالوا ان اللہ عھد الینا الا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار" (آل عمران ، ۱۸۳) جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالی کا یہ حکم ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس (نشانی کے طور پر) ایسی قربانی لے کر نہ آئے جسے آگ کھا جائے ۔ سورہ مائدہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے ذکر میں آیا ہے " اذ قربا قرباناً " (۲۷) جب دونوں نے قربانی پیش کی ۔ ایک جگہ کفار کا یہ قول نقل کیا ہے " ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (زمر ۔ ۳) ہم تو ان بتوں کو محض اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالی کے قریب کر دیں گے ۔ ایک جگہ معبودان باطل کو اس لیے قربان کہا گیا ہے کہ کفار و مشرکین ان کو تقرب الہی کا ذریعہ سمجھتے تھے ۔ " فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قرباناً آلھہ" (احقاف ۲۸) پس کیوں نہ ان کی مدد کی ان لوگوں نے جنہیں بنا رکھا تھا معبود اللہ کو چھوڑ کر تقرب کے لیے ۔

قربانی کے لیے قربان کے علاوہ اور بھی متعدد الفاظ قرآن و کتب حدیث میں آئے ہیں ۔ مثلاً ذبح ، ذبیحہ ، اضحیہ ، الاضحیٰ ، نحر ، نسک ، ھدي ، بدن وغیرہ ۔ حج یا عید قرباں کو یوم الذبیحہ ، یوم الاضحیہ ، یوم الاضحیٰ اور یوم النحر وغیرہ اسی نسبت سے کہتے ہیں ۔

قربانی کا تاریخی پس منظر

ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے قربانی کی تاریخ بہت قدیم ہے ۔ مذہب اور عبادت کے ساتھ قربانی کا تصور قدیم بھی ہے اور لازم بھی ۔ سچے ادیان سماوی ہوں یا جھوٹے مذاھب اوھام پرستی سب میں قربانی کا تصور کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود رہا ہے ۔ توحید کے علمبردار مذاھب میں قربانی اللہ وحدہ لا شریک کے لیے کی جاتی ہے اور شرک و بت پرستی میں آلودہ مذاھب اپنے معبودان باطل کے لیے قربانی کی تلقین کرتے ہیں ۔ نذر و نیاز بھینٹ اور چڑھاوے

کے علاوہ جانوروں کی قربانی کا رواج بھی مافوق ہستیوں کے لیے ہر دور میں موجود رہا ہے۔ بعض ضعیف الاعتقاد، توھم پرست اور گمراہ قومیں تو اپنے دیوی دیوتاؤں کے لیے انسانوں کی قربانی بھی دیتی رہیں ۔ غرض قربانی کا تصور بہت قدیم ہے۔ قرآن کی شہادت کی رو سے قربانی کا دستور اسی وقت سے چلا آ رہا ہے، جب سے کہ یہ زمین انسانوں سے آباد ہوئی ۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ھابیل قابیل کی قربانی کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ آدم علیہ السلام روئے زمین کے پہلے انسان ہیں۔ رسم قربانی کی قدامت کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہیں ہو سکتا ۔ آدم علیہ السلام خود حامل شریعت پیغمبر تھے ان کے بیٹوں کی طرف سے جس قربانی کے دیئے جانے کا ذکر آیا ہے وہ یقیناً اللہ کے دین کی قائم کی ہوئی رسم ہو گی ۔ حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تاریخی قربانی کی تفصیلات قرآن کریم اور تفسیر کی کتابوں میں ہیں ۔ جن سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جانوروں کی قربانی عام تھی۔ قرآن کریم نے بنی اسرائیل کے یہاں ایک دینی فریضہ کی حیثیت سے قربانی کا ذکر کیا ہے۔ سورہ بقرہ میں گائے کی قربانی کا حکم اور بنی اسرائیل کا لیت و لعل مذکور ہے۔ بقرہ عربی میں گائے کو کہتے ہیں ۔ اس سورہ کا نام بقرہ اسی نسبت کی وجہ سے رکھا گیا کہ اس میں گائے کا ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کی بعثت سے پہلے یہود و نصاریٰ کے علاوہ کفار و مشرکین عرب میں بھی جانوروں کی قربانی کا رواج عام تھا۔ فرق یہ تھا کہ ان کی قربانیاں غیر اللہ کے لیے ہوتی تھیں ۔ عرب اپنے بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ اسلام نے آکر شرک و بت پرستی کے تمام نشانات مٹائے تو اس نے قربانی کا رخ پھر اللہ تعالی کی طرف پھیر دیا ۔

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے جس دین کی دعوت دی وہ کوئی نیا دین نہ تھا ۔ یہ اسی دین کی تکمیل تھی جو خانہ کعبہ کے معمار اور ملت اسلامیہ کے بانی اول حضرت ابراھیم علیہ السلام کا دین تھا ۔ ملۃ ابیکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابراهیم هو سماکم المسلمین (حج ۷۸) تمھارے باپ ابراھیم کا طریقه ، اسی نے تم کو مسلم کا نام دیا ۔ جیسا که عرض کیا گیا یوں تو ھمارا دین ھی بنیادی طور پر وھی ھے جو حضرت ابراھیم اور ان کی ذریت کا دین تھا لیکن قربانی جو اس وقت موضوع بحث ھے ، حضرت ابراھیم عیه السلام سے اس کا تعلق خصوصی نوعیت کا حاسل ھے ۔ ملت بیضاء کو قربانی کی یه سنت اپنے جد امجد حضرت ابراھیم علیه السلام سے ملی ۔ ذی الحج کے مہینے میں مسلمان جو قربانی کرتے ھیں یه اس تاریخی قربانی کی یادگار ھے جس میں ایک بوڑھے باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری پھیر دی ۔ قرآن مجید نے اپنے اعجاز و بلاغت کے انداز میں اس واقعے کی جو تصویر پیش کی ھے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ھے ۔ سورہ صافات میں اس عظیم واقعے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ھے۔ ”فلما بلغ معه السعی قال یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ما ذا تری قال یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء الله من الصابرین ۔ فلما اسلما وتله للجبین۔ و نادیناہ ان یا ابراھیم ۔ قد صدقت الرویا انا کذالک نجزی المحسنین۔ ان ھذا لھو البلاء المبین ۔ وفدیناہ بذبح عظیم ۔ و ترکنا علیه فی الاخرین سلام علی ابراھیم“ (۱۰۱ تا ۱۰۹) پس جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے لگا ، اس نے کہا اے جان پدر میں خواب میں کیا دیکھتا ھوں که تم کو ذبح کر رھا ھوں ، سو بتاؤ تمھارا کیا خیال ھے۔ اس نے جواب دیا ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ھے ، کر گذریئے ، انشاء الله آپ مجھ کو ثابت قدم رھنے والوں میں سے پائیں گے۔ پس جب دونوں نے حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اس نے اس کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا ۔ اور ھم نے اسے پکارا ، اے ابراھیم تم نے خواب سچ کر دکھایا ۔ ھم اسی طرح محسنین کو بدله دیا کرتے ھیں۔ بےشک یه بڑی آزمائش تھی ۔ اور ھم نے ایک ذبح عظیم کے بدلے اس کو بچا لیا ۔ اور پیچھے آنے والوں میں اس پر چھوڑ دیا که سلامتی ھو ابراھیم پر۔

الله تعالی نے اپنے خلیل کی وفاپیشگی کا صله یه دیا که فرمانبردار بیٹے کی

جگہ غیب سے ایک دنبہ بھیج دیا جو قربان ہوا ، رہتی دنیا تک کے لئے اس واقعے کی یادگار قائم کر دی اور اہل استطاعت پر قربانی کو واجب قرار دے کر سنت ابراہیمی کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا سامان کر دیا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جگر گوشہ خلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تسلیم و رضا کی جو مثال قائم کی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور اس کا جو انعام اللہ تعالی نے انہیں دیا دوسرا کون دے سکتا تھا ۔

قربانی کی حقیقت

قربانی اسلام کے دینی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے جو سال میں ایک دفعہ حج کے موقع پر ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی اصل حقیقت اس سے کہیں زیادہ ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جب جس چیز کی ضرورت ہو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا جائے ۔ دین اسلام کے ایک ادنی پیرو کی زبان پر اور اس کے دل میں ہر وقت یہ بات ہونی چاہئے "ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے، جو اہل جہاں کا پروردگار ہے۔ اپنی عزیز سے عزیز ترین متاع کو بھی، یہاں تک کہ جان بھی، اس کی راہ میں بطور نذرانہ پیش کر دی جائے ۔ قربانی تو وہی ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے دی ۔ یہ جان دے کر ہی ادا ہوتی ہے ۔ یہ اللہ تعالی کا فضل و احسان ہے کہ اس نے جانوروں کا فدیہ لے کر ہماری جانوں کو بخش دیا ہے۔ لیکن ایک عبد شکور کی طرح ہمیں یہ نذر اس کے حضور پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے ۔ اور جب کبھی یہ معلوم ہو کہ خدا کی راہ میں اس کی ضرورت ہے فوراً حاضر کر دینا چاہئے ۔ یہ تو جان کی بات ہوئی اس کے علاوہ انسان کی زندگی میں جو کچھ ہے کمتر درجہ کی چیزیں ہیں ان کو بدرجہ اولی پیش کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز ہمارے پاس ہے وہ ہمیں عزیز بھی ہے اور ہم کو اس کی ضرورت بھی ہے لیکن ہم خدا کی راہ میں خدا کی رضا کے لیے خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے سے جدا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور وقت آنے پر حکم خداوندی کو بجا لانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ دنیا رزمگاہ خیر و شر ہے۔ یہاں خیر و شر کی کشمکش ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ انسان حق کو اپنا مقصد حیات قرار دے یا باطل کو اس کے حصول کے لیے قربانی دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جتنا بڑا مقصد ہوتا ہے اسی کے مطابق قربانی بھی درکار ہوتی ہے۔ اس رزمگاہ خیر و شر میں ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ حق کی سر بلندی کے لیے خود کو وقف کر دے اور باطل سے ٹکرانے کے لیے ہر آن تیار رہے۔ اس مقصد کی راہ میں قدم قدم پر ایسے مراحل آتے ہیں جہاں اس کو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جس قوم میں قربانی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے وہ قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسلام ایک زندہ حقیقت ہے جو لوگ اس کے علم بردار ہونے کا دعوی کریں انہیں موت سے محبت کرنے کا انداز سیکھنا چاہئے۔

بالعموم ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے سال میں ایک بار ذی الحج کے مہینے میں روایتی قربانی کر دی تو ہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگئے۔ حالانکہ یہ وقتی قربانی تو فقط ایک یاد دھانی ہے، ان مسلسل قربانیوں کی جن سے زندگی کا کوئی لمحہ خالی نہیں۔ صبح سے شام تک مہینے کے تیس دن اس قسم کے بےشمار مواقع ہماری زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں، جو ہم سے چھوٹی بڑی قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ہم ان مطالبات سے کترا کر نکل جائیں تو ہماری یہ قربانی کس کام کی، جو ہم حج یا عیدالاضحی کے موقع پر کرتے ہیں۔

سب سے مشکل قربانی خواہشات نفس کی قربانی ہے۔ بلا شبہ دوسری قربانیاں بھی نفس پر گراں گذر سکتی ہیں مگر انسان کے لیے خود اپنے نفس کی

قربانی دینا بہت دشوار ہے۔ قربانی کے مقصد کو صحیح معنوں میں وہی شخص پورا کرتا ہے جو لذات اور شہوات کے معاملے میں اپنے نفس پر قابو پالے۔ نفس امارہ کو مار کر ہی ایک انسان یہ اطمینان حاصل کر سکتا ہے کہ اس کی قربانی قبول ہوئی جیسا کہ ہابیل قابیل کی گفتگو سے ظاہر ہے۔ (۱)

قربانی اور تقویٰ

اسلام میں جملہ عبادات کی غرض و غایت تقویٰ ہے۔ بلکہ جتنے بھی اوامر و نواہی ہیں ان سب کا مقصود اصلی یہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے دین کے ذریعے بندوں کے لیے جو بھی اعمال و وظائف مقرر کیے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ اللہ تعالٰی کو عزیز ہے۔ تقویٰ بندوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و سعادت کی ضمانت ہے۔

قربانی ایک دینی فریضہ ہے اور دیگر فرائض کی طرح قربانی کی روح بھی تقویٰ ہے۔ یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالی کو قربانی سے مطلوب ہے۔ "لن ینال اللہ لحومہا ولا دمائہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم" (سورہ حج، ۳۷) اللہ تعالی کو قربانی کے جانوروں کا گوشت ہرگز نہیں پہنچتا، نہ ان کا خون پہنچتا ہے بلکہ تمہارا تقویٰ ہے جو اسے پہنچتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ صرف تقویٰ ہے جو خدا کے نزدیک معتبر ہے اور اگر کسی کا یہ دینی عمل تقویٰ سے خالی ہو تو اس کا پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اسی سے قربانی عنداللہ مقبول ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ ابوالاباء سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ آدم علیہم السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی کی۔ ایک کی قربانی قبول ہوئی اس لیے کہ وہ متقی تھا، دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ "واتل علیہم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قرباناً فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر۔ قال لاقتلنک قال انما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یتقبل اللہ من المتقین'' (سورہ مائدہ، ۲۷) ان کو آدم کے دو بیٹوں کی خبر ٹھیک ٹھیک سنا دو۔ جب انہوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ اس (جس کی قبول نہیں ہوئی) نے کہا، میں تم کو قتل کر دوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ تعالی صرف تقویٰ والوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اس واقعے سے یہ بات مبرھن ہو کر سامنے آتی ہے کہ بارگاہ خداوندی میں شرف قبول پانے کے لیے ضروری ہے کہ قربانی اللہ کی نافرمانی کے ڈر کے ساتھ اور خالصۃً لوجہ اللہ ہو۔

تقویٰ اور اخلاص کیا ہے۔ اللہ کے ڈر سے ہر حال میں برائی اور غلط کام سے بچنا اور کوئی کام خالصۃً لوجہ اللہ سر انجام دینا۔ نہ اس میں نام و نمود کی خواہش ہو نہ کسی اور داعیہ نفس کو داخل۔ اس آیت میں ''متقین'' اسم فاعل لانے کا خاص مقصد یہ ہے کہ تقویٰ کی صفت انسان کی سیرت و کردار میں اس طرح پیوست ہوجائے کہ کبھی جدا نہ ہو اور بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہو۔ اس قصے میں دو مختلف شخصیتوں کے کردار ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک صفت تقویٰ سے متصف ہے دوسرا عاری۔ ان دونوں کے کردار کا یہ فرق قربانی کے نتیجے سے بھی نمایاں ہے اور قربانی کے بعد کے واقعات سے بھی اس کی وضاحت اور تائید ہوتی ہے۔

قابیل نے ھابیل کو قتل کی دھمکی دی۔ یہ اس کی سر تا سر زیادتی تھی۔ اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس میں ھابیل کا کیا قصور۔ قصور تھا تو اس کا اپنا تھا۔ ھابیل نے قربانی کے قبول و عدم قبول کا بنیادی سبب دو لفظوں میں بتا کر قتل کی دھمکی کا جواب ان الفاظ میں دیا۔ '' لان بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین (۲۸) انی ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحاب النار و ذلک جزاء الظالمین'' (مائدہ ۲۹)۔ اگر تم نے مجھے قتل کرنے کے لیے میری طرف اپنا ھاتھ بڑھایا تو

میں تمھیں قتل کرنے کے لیے تمھاری طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ کا بار بھی لے جائے اور میرے گناہ کا بھی، اور اصحاب نار میں سے ہوجائے، اورظالموں کا بدلہ یہی ہے۔ ہابیل کا جواب ایک ایسے انسان کا جواب ہے، جو خدا سے ڈرتا ہے اور ظالم بننے کی بجائے مظلوم بننا پسند کرتا ہے، خود قتل ہونا گوارا کر لیتا ہے مگر قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتا ۔ وہ جزا سزا کے دن کو نہیں بھولا ۔ گناہ اور دوزخ کا اسے شعور ہے ۔ یہ ہیں وہ صفات جو ایک متقی انسان کی سیرت کا جزو لاینفک ہیں ۔ اور یہی ہے تقوی کا وہ تصور جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو قربانی اپنی ظاہری صورت کے باوجود بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ آخرش قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا ۔ ہابیل نے جانور کی قربانی کے بعد اپنی جان کی قربانی بھی دے دی مگر غلط کام نہیں کیا ۔ اس کی وہ قربانی بھی قبول ہوئی تھی اور یہ قربانی بھی قبول ہوئی ۔

جان کی قربانی اللہ تعالی نے اس طرح قبول کی کہ اس دنیا میں اپنے پاس بلند درجہ عطا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں قتل عمد کو ہمیشہ کے لیے قانونی جرم قرار دے دیا اور اس ایک قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر ٹھہرایا ۔ "من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعا" (مائدہ، ۳۲) اس واقعے کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون بنا دیا کہ جس نے کسی کو ناحق یعنی قصاص یا دفع فساد فی الارض کے علاوہ کسی دوسری غرض سے قتل کیا تو گویا اس نے تمام بنی نوع کو قتل کر ڈالا ۔ اور جس نے ایک جان کو زندگی بخشی یعنی قتل ہونے سے بچایا اس نے گویا روے زمین کے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا ۔

سطور بالا کی بحث سے جہاں یہ واضح ہوا کہ قربانی کے لیے تقویٰ شرط ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وهاں ضمناً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت سے بھی قربانی اور تقویٰ کے تعلق پر روشنی پڑتی ہے " ذلک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب" (حج ، ۳۲) یہ ، اور جو شخص اللہ کے شعائر کی عظمت مانے گا تو بےشک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ اس آیت میں شعائر سے مناسک حج ، خاصکر قربانی مراد ہے۔ فحوائے کلام سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ سورہ حج کی آیات ۲۵ تا ۳۷ میں حج کا بیان ہے جس میں قربانی اور قربانی کے جانوروں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اور مذکورۃ الصدر آیت ۳۲ کے فوراً بعد جو آیت آتی ہے اس سے شعائر کے پیش کردہ مفہوم کی وضاحت اور تائید ہوتی ہے۔ " لکم فیھا منافع الی اجل مسمی ثم محلھا الی البیت العتیق (حج ، ۳۳) تمہارے لیے ان میں ایک مدت مقررہ تک فائدے ہیں پھر ان کو پرانے گھر یعنی خانہ کعبہ تک پہنچنا اور ذبح ہونا ہے۔ (۲) " فیھا " میں "ھا" کی ضمیر شعائر کی طرف راجع ہوتی ہے اور ما بعد کا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس خیال کی مزید تائید اسی سورہ کی ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے جو چند آیتوں کے بعد اسی سلسلہ کلام میں وارد ہے۔ " و البدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر الخ " (حج - ۳۶) اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ مقرر کیا ہے۔ گویا قربانی ہی نہیں ، قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔

سورۂ بقرہ میں جہاں حج عمرہ اور قربانی وغیرہ کے احکام بیان ہوئے ہیں تقویٰ کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے کہ گویا وہ اسلام میں جملہ اعمال انسانی کا محور و مرکز ہے۔ " و تزودوا فان خیر الزاد التقوی و اتقون یا اولی الالباب " (بقرہ - ۱۹۷) اور زاد راہ لے لو ، پس بےشک بہترین زاد راہ تقویٰ ہے ، اور مجھ سے ڈرو ، اے عقل والو۔ حج کا سفر ہو یا زندگی کا سفر ، اہل خرد ہمیشہ تقویٰ کو زاد راہ بناتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ اس کے بغیر ہلاکت اور تباہی

یقینی ہے، اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔ تقویٰ کا توشہ آخرت ہونا بالکل ظاہر ہے ''و العاقبۃ للمتقین''۔

اگر ذرا فکر و تامل کی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ قربانی اور تقویٰ میں ایک خاص قسم کا تعلق بھی ہے۔ تقویٰ بذات خود بہت بڑی قربانی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی ساری خواہشات کو ترک کرنا تقویٰ ہے جو مسلسل قربانی چاہتا ہے۔ جو لوگ تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے ہیں انہیں اپنی زندگی، جان، مال، عزت اور اس سے بھی بڑھ کر اپنے نفس کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

شعائر اسلام میں قربانی کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس کی مشروعیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ''فصل لربک و انحر'' پس نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ مناسک حج کا قرآن کریم میں جہاں ذکر آیا ہے قربانی کا بیان بھی ضرور آیا ہے۔ قربانی ارکان حج میں سے ہے، اس کے بغیر بعض صورتوں میں حج پورا ہی نہیں ہوتا۔ حج کے علاوہ عیدالاضحی کے موقع پر قربانی کی شرعی حیثیت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پھر بھی اس کی اہمیت سب ہی کے نزدیک مسلم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام سے لے کر اب تک برابر تواتر کے ساتھ مسلمان بہ شرط استطاعت ایک دینی واجبہ کی حیثیت سے قربانی کرتے چلے آئے ہیں۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی جس انداز سے مسلمان اس سنت واجبہ کو ادا کرتے ہیں وہ امت مسلمہ کا ایک مابہ الامتیاز ہے۔

بہت سے لوگ قربانی کو مال کا زیاں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دینی اور روحانی برکات کے علاوہ قربانی میں دنیوی اور مادی فوائد بھی ہیں۔ پھر بھی ایک مسلمان احکام الٰہی کو نفع و نقصان کی میزان میں نہیں تولتا۔ مسلمان ہوتے ہوئے اس کے لیے یہ کافی ہے کہ فلاں بات حکم خداوندی ہے۔ اس کے نفع نقصان کا معیار یہی ہے۔ علم و بصیرت رکھنے والے جانتے ہیں کہ دین کا ایسا کوئی حکم نہیں جس میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے علاوہ دنیوی مصالح بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوشیدہ نہ ہوں ۔ لیکن کسی حکم خداوندی کی مصلحت اگر ہماری سمجھ میں نہ آئے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اس کی بجا آوری سے بری ہیں۔ اور قربانی تو ایک ایساعمل ہے، جس کا ہر پہلو اپنے اندر گونا گوں فوائد رکھتا ہے۔ قربانی اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ ہے " لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام " (حج ۳۴) تاکہ وہ ان چوپایوں کو اللہ کا نام لے کر ذبح کریں جو انہیں اللہ نے دیے ہیں۔ قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور غربا و مساکین کو بھی کھلائیں " فکلوا منھا و اطعموا البائس الفقیر " (حج ۲۸) اس میں سے تم کھاؤ اور بھوکے فقیر کو کھلاؤ۔

یہ ذہن نشین رہے کہ قربانی کے اقتصادی پہلو کا یہ ذکر ضمناً ہے اور اس کی حیثیت ثانوی ہے ، یہ مقصود بالذات نہیں۔ اس لیے کہ دینی احکام کی اصل غایت ثواب آخرت ہے، اور خود یہ غایت اس قدر اہم ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسری ساری باتیں محض ثانوی درجہ رکھتی ہیں۔

حواشی

(۱) یہ گفتگو بعد کی سطور میں آتی ہے۔

(۲) ذبح ہونے کا مفہوم اس آیت میں مقدر اور معہود ہے۔ اسی لیے بعض مترجمین نے ترجمے میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے۔